Fikr-o-Nasar (Islamabad) 46:3 (2009)

فکر و نظر............ اسلام آباد　　　　جلد: ۴۶　　شمارہ: ۳

نام کتاب : دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات۔ پاکستان کی بڑی دینی جامعات کا مطالعہ
مصنف : خالد رحمٰن
ناشر : انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد
صفحات : ۲۴۱
قیمت : ۳۷۵ روپے
تبصرہ نگار : نوید ظفر☆

مدارس اور دینی درسگاہیں عالم اسلام میں ابتداء ہی کے ساتھ اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ جس دین میں وحی کا پہلا لفظ اقراء ہو اور جو اپنے ماننے والوں کو بار بار تفکر و تدبر کی تعلیم دے، اس کے ماننے والے تعلیم کے شعبہ کو ہمیشہ ایک خصوصی اہمیت کا حامل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نزولِ اسلام کے ابتدائی ایک ہزار سال علم اور حصولِ علم کی بے مثل روایات کے حامل رہے ہیں۔علم کے میدان میں دنیا کی کسی تہذیب کی حکمرانی اتنی طویل نہیں رہی۔

سترہویں صدی میں مغرب میں صنعتی انقلاب اور تجارت کے نام پر سامراجی ریشہ دوانیوں نے مشرقی اور بالخصوص اسلامی تہذیب کا شیرازہ منتشر کر دیا، یہاں تک کہ امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، افریقہ اور ایشیا میں آباد بیشتر اقوام مغربی استعمال کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ کئی اقوام تو کرہ ارض سے ناپید ہو گئیں، جبکہ بعض دیگر اقوام نے کئی برس یورپی اقوام کے زیر تسلط اپنی تہذیب اور تمدن کی شناخت کھو دی۔

چار صدیوں کے طویل توقف کے بعد جب یورپ کے طوفان میں کمی واقع ہوئی تو مختلف اقوام کو اپنی شناخت کے اجزائے ترکیبی کی نئے سرے سے شناخت کرنا مشکل ہو گئی۔ ان چار صدیوں میں مسلمان سب سے زیادہ مغربی استعمار کا نشانہ بنے اور ان کے دین میں سب سے زیادہ رکیک حملے روا رکھے گئے۔

اسلام کے ساتھ یہ امتیازی سلوک بے سبب بھی نہیں تھا۔ مسلمان واحد قوم تھے جن کی مکمل معاشرت دین کے ساتھ منسلک تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ وہ مسجد عبادت کے لیے جاتے۔ ان کا تعلیمی نظام مسجد کے ساتھ منسلک تھا۔ اپنی دینی درس گاہوں سے ان کی تحقیق و تصنیف مربوط تھی۔ بیرونی

☆ اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

جارحیت کی صورت میں یہیں وہ اکٹھے ہوتے۔ جہاد کا فتویٰ یہیں جاری ہوتا اور دشمن سے نپٹنے کی حکمت عملی بھی اسی مقام پر طے ہوتی۔ چنانچہ غیرمسلموں نے جہاں عروج حاصل کیا، اسلامی عبادت گاہوں کی تباہی اور بیخ کنی سے اپنے مقاصد پورے کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی تہذیب کو کمتر ثابت کیا اور معاش کی دوڑ میں دین کا حوالہ غیرضروری قرار دیا۔

بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں یورپ ایک دوسرے تجربے سے دوچار ہوا، دو عظیم جنگوں میں فتح پانے کے باوجود، خود یورپ میں البانیہ اور بوسنیا کی اسلامی ریاستیں اُبھریں اور دیگر ممالک میں اسلامی تناسب کم ہونے کے بجائے حیرت انگیز تعداد میں بڑھنے لگا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں بیشتر اسلامی ممالک میں دینی تحریکیں اس شدت سے ابھریں کہ غیرمسلم اقوام کے لیے لمحہ فکریہ بن گئیں۔ مسلمان ممالک پر ایک نئے جارحیت کی حکمت عملی نے ایک سپرپاور سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور دوسری سپرپاور نے اپنے وہ تمام وسائل جو اس نے اشتراکیت سے تحفظ کے نام پر یک جا کیے تھے، ممکنہ اسلامی دہشت گردی کے نام پر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ مبینہ دہشت گردی کا شکار ہوا اور عالمی طور پر اسلام کے خلاف ایک عالمگیر تحریک شروع کر دی گئی۔ افغانستان اور عراق جارحیت کا براہِ راست شکار ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس جارحیت میں مساجد اور دینی مدارس کو خصوصی طور پر نشانہ بنایا گیا اور کئی دینی تنظیمیں دہشت گردی کا مرکز قرار پائیں۔

اس پس منظر میں انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز نے فروری ۲۰۰۷ء سے مئی ۲۰۰۷ء کے درمیان پاکستان کے ۵۶ دینی مدارس کا تفصیلی جائزہ لینے کا عمل مکمل کیا۔ اس مقصد کے لیے سات افراد کی ایک ٹیم تشکیل دی گئی جس کے اراکین سیّد متقین الرحمٰن، اکرام الحق، امیر عثمان، عبداللہ خان سیفی، عبدالعزیز اور عارف متین تھے۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز کے ڈائریکٹر جنرل خالد رحمٰن اس ریسرچ ٹیم کے سربراہ بھی تھے اور ٹیم کی تمام تحقیق کا تجزیہ اور کتاب کی تدوین انہی کے موئے قلم کا نمونہ ہے۔

تحقیقی ٹیم نے پاکستان کے ۵۶ دینی مدارس کا جائزہ لیا، ان دینی مدارس میں سے ۹ کا تعلق صوبہ سرحد، ۱۲ کا سندھ، تین کا بلوچستان، ۲۹ کا پنجاب اور تین وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے منسلک ہیں۔ جامعات کا انتخاب کرتے وقت طلبہ اور اساتذہ کی تعداد ہر مسلک سے تعلق اور علمی مرتبوں میں ان کے مقام کو ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ اس مقصد کے لیے ایک سوالنامہ تحریر کیا گیا جس میں ۲۷ سوالات

درج تھے۔ یہ سوالنامہ ادارے کے سربراہ یا اس کے نائب سے ملاقات کے دوران پر کیا گیا۔ سوالنامہ میں درج سوالات موجودہ پس منظر میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں، مثلاً:

۱۔ آپ کے نزدیک ایک مثالی مدرسہ کا تصور کیا ہے؟

۲۔ اگر آپ کے مالی وسائل چار ، پانچ گنا بڑھ جائیں تو کیا منصوبے شروع کیے جا سکتے ہیں۔

۳۔ اس وقت آپ کے مدرسے میں تین چار بڑے منصوبے کون سے ہیں؟

۴۔ مدرسے میں انتظامی فیصلے کس طرح کیے جاتے ہیں؟

۵۔ اساتذہ کا انتخاب اور برطرفی کا طریق کار؟

۶۔ متعلقہ ادارے میں خواتین کی تعلیم کا انتظام؟

۷۔ جدید علوم و فنون میں کس کس مضمون کے مختصر یا طویل کورس ترتیب دیے جاتے ہیں اور ان میں داخلے کی شرائط کیا ہیں؟

۸۔ متعلقہ ادارے سے کوئی جرائد یا فتاویٰ جاری کیے گئے ہوں، یا کوئی ویب سائٹ موجود ہو؟

۹۔ آمدنی کے ذرائع؟

۱۰۔ مدرسہ کی لائبریری، یا مباحثے اور تقریری مقابلے میں طلباء کو شرکت کا موقع ملتا ہے؟

اس جامع سوالنامہ کے علاوہ انٹرویو کرنے والے شخص کے لیے ایک مشاہداتی رپورٹ بھی پر کرنا جائزہ کا حصہ طے پایا جس میں ادارے کا دورہ کرنے والے شخص کو کھانے کی جگہ، کلاس روم، کچن، لائبریری، کھیل کی جگہ، بیت الخلاء، رہائش گاہیں اور ادارے سے متعلق دیگر اہم مقامات کے بارے میں اپنی رائے درج کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

کتاب کے حصہ دوم میں معلومات و مشاہدات کے عنوان سے سوالنامہ کے جوابات درج ہیں۔ چونکہ ۵۶ اداروں کے سربراہوں نے جو جوابات فراہم کیے ان میں تنوع ہے۔ اس لیے ہر ادارے کو ایک نمبر دے کر، اس کے سربراہ کی رائے نمبروں کی ترتیب سے ظاہر کی ہے۔ جس میں ہر ادارے کو ظاہر بھی نہیں کیا گیا، تاہم اگر کوئی تحقیق کر کے ہر ادارے کے سربراہ تک پہنچنا چاہے تو وہ بغیر مشکل کے یہ مرحلہ طے کر سکتا ہے۔

حصہ سوم میں دینی جامعات کے ذمہ داران سے انٹرویوز بھی سوال بہ سوال مرتب کیے گئے ہیں،

جوابات میں حسب سابق نمبر لگا دیے گئے ہیں۔ تاکہ اگر کوئی تحقیق کر کے کسی ایک ادارے کی رائے یا متعلقہ معلومات تک پہنچنا چاہے تو پہنچ سکے۔

حصہ چہارم میں مطالعہ کی حکمت عملی کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس میں انداز کارکردگی ریسرچ ٹیم کا تعارف، سوالنامہ، کوائف نامہ، مشاہداتی رپورٹ اور جامعات کے نام اور نمبر درج ہیں۔

مجموعی طور پر ان جامعات کے مطالعہ اور جوابات کے جائزہ سے یہ تأثر ابھرتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ جامعات نے اپنے آپ کو حتی المقدور عصر جدید کے ساتھ ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ کمپیوٹر، ویب سائٹ، انگریزی، حساب، سائنسی علوم، ایف ایم-ریڈیو، ادب، علم و اخلاق کے لیے سیمینار کا انعقاد، ڈسپنسری، اخبارات کا مطالعہ، تحقیق، تدوین، کھیل اور دیگر دینی اور علمی سرگرمیاں آج کے مدارس میں جزو لاینفک کی طرح شامل ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں دینی مدارس کی بعض تنظیمیں تنقید کا نشانہ بنی ہوئی ہیں۔ مذکورہ کتاب کی اشاعت نے ایک مثبت کردار ادا کر کے، اس میدان میں کام کرنے والوں کو ایک نئی جہت فراہم کی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے مزید کتابیں تحریر کی جائیں جن سے اسلامی مساجد اور مدارس کا ایک صحیح تشخص واضح کرنے میں مدد مل سکے۔

☆☆☆☆☆